الوعظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ مَتَاعُ الدُّنیا قَلِیْلٌ ط وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی ،

ترجمہ

(اے نبیؐ۔ لوگوں کو) سنا دو کہ دولتِ دنیا کچھ بھی نہیں۔ اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت کا گھر بہت) بہتر ہے۔

ارشادِ والا۔ مشکوٰۃ کی حدیث میں حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا جنابِ خیر الورےٰ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگو! غم دنیا کا سراسر اندھیرا ہے۔ اور غم آخرت کا سراسر روشنی ہے۔

(مشکوٰۃ شریف)

آئینہ خیال

یا

عقل کا کمال

دنیا اور اُسکی حالت ۔ عقبےٰ اور اُسکی عظمت پر آج ایک غائر مگر نتیجہ خیز نظر ڈال کر دیکھنا ہے کہ اول الذکر نے ابتدائے آفرینش سے آج تک اہل عالم کو اپنی حالت کن ڈراموں اور کن پردوں میں دکھائی نیز اُسنے اپنے استحکامی سنگ بنیاد کیسے بہتے پانی اور کسقدر بودی زمینوں میں رکھے ۔ اور آخر الذکر یا اسکی عظمت جو بلحاظ ظاہر بینی اور دوسرے الفاظ میں خیرہ نگاہی کہئے اول تو اسکا نظر ہی آنا مشکل ہے اور اگر کسی دیکھے بھالے نے پتے دیدے کر اور لکیریں یا نقشے کھینچ کھینچ کر بتایا بھی تو اُسکی عظمت دلوں میں ہونی ذرا کارے دارد کا مضمون ہے ۔ مثلاً میں یہ آپ سے کہوں کہ براعظم افریقہ کے جنوب میں ایک بحر زخار سمندر بہتا ہے جہاں سے جہاز میں سوار ہو کر سات ہزار میل سفر طے کرنے کے بعد ایک وہ جزیرہ نمودار ہوتا ہے ۔ جو تمام خوبیوں اور عام دلچسپیوں اور نعمتوں سے لبریز ہے وہاں ہر ایک شئے کا حسن و جمال یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کے سانچے میں ڈہل کر ہر چیز ابھی نکلی ہے ۔ وہاں گھاٹے زنگار رنگ ہیں تو

اِس شان کے جو آنکھوں میں سما کر دلوں میں اُترے جاتے ہیں۔ وہاں میوے اور پھل ہیں تو ایسے کہ ایک ایک انگور میں بہت سے لوگ شکم سیر ہو سکتے ہیں۔ وہاں کے لوگ جب چاہتے ہیں اپنے مکانات و محلات کو ہوائی جہازوں کی طرح معلق ہوا میں لئے پھرتے ہیں۔

گو میرا یہ کہنا بلحاظ یقین وہ دشواری اور وہ اہمیت رکھتا ہے۔ جسکی تمثیل میں پہاڑی اور وحشی قومیں پیش ہیں۔ حضرات! بہت سے جزائر اور بہت سے کوہی مقامات ایسے دور افتادہ علم و معلومات اِسوقت تک بھی عالم میں موجود ہیں جہانکی مخلوق انسانی برقی خبر رسانی کا انکار کرتی ہے۔ جہاں کے لوگ ریل کے ذریعہ چند ساعت میں سیکڑوں میل آدمی کی مسافت طے کرنے کے ہرگز ہرگز قائل نہیں۔ جہاں گراموفون کی آوازوں کو محض سفید جھوٹ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہوائی جہازوں کو بادہوائی خبریں تصور کرتے ہیں۔ یہ سنکر آپ اُن لوگوں کو لایعقل اور دیوانہ ضرور بتائیں گے۔ لیکن قبل اِسکے اگر آپ اپنے افراد ذوی العقول کے عالی خیالات کا نقشہ اور اُن کے علم تصدیق و تکذیب کے منظر پر غائر نظریں ڈالیں گے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ منکرین کی دو جماعتیں ہیں ایک عاقل اور دوسری لایعقل۔ ایک مادیات و جسمانی واقعات کے منکر اور دوسرے خدائی و روحانی واقعات کے منکر۔ اول الذکر کے خیال میں ناتجربہ کاری و عدم مشاہدہ کی وجہ سے ریل۔ تار برقی۔ گراموفون۔ ہوائی جہاز جیسے محض خیالی باتیں ہیں اُنہیں کے ہم معنے

آخر الزکر کے خیال میں حشر و نشر ۔ دوزخ اور جنت کا وجود ایک خیالِ خام ہے ۔ آپ ہی فرمائیں کہ جو شئے آنکھوں سے نہ دیکھی ہو کیونکر اُسکا یقین کر لیا جائے جو شئے اپنے تجربے میں نہ آئی ہو کس طرح اُسے مان لیا جائے ۔ جب ہر ایک واقعات گذشتہ و آیندہ کا تیقن اِسکے مشاہدے پر ہی منحصر ہے تو آپ کو لندن کے عظیم الشان دربار اور اعلےٰ حضرت شہنشاہ جارج پنجم کی رسم تاجپوشی کا انکار لازم آئیگا کیونکہ نہ تو آپ اُس میں شریک ہوئے اور نہ آپنے دیکھا نیز آیندہ بھی الوالعزم و مبارک تاج پوشی کی رسم جو دسمبر کے مہینے میں (دہلی) ہندوستان میں نہایت زبردست پیمانے پر ادا ہونے والی ہے اُسکا انکار لازم آتا ہے جو یقیناً صراحت و بداہت کا انکار ہوگا جسکا منکر مستوجب سزا نہ ٹھیرے گا تو کم از کم دیوانہ ضرور کہلائیگا ۔

حضرات! اسے یاد رکھیئے کہ چشم دید واقعات کی تصدیق کرنی اور غیر چشم دید واقعات کو جھٹلانا نہایت کم عقلی ہے ۔ بلکہ واقعات کی تصدیق و تکذیب سے پہلے انسان کا فرض یہ ہونا چاہیئے کہ وہ ذرائعہ اور خبر رسان کی وجاہت و الوالعزمی پر کافی غور کرے اگر وہ اور اسکی باوثوق لائف مانی ہوئی اور مسلمۂ خلایق ہے تو بلا تامل اسکی گذشتہ اور آیندہ کی خبروں پر ضرور یقین لے آنا چاہیئے ۔ مخبر صادق کی مثال ایک نہایت کھرے سکۂ جاریہ سے دیئے جانے کے قابل ہو سکتی جسکے معاوضے اور بدل میں انسان بلا چون وچرا اپنی پیاری اور عزیز اشیا بخوشی دوسرونکے

حوالے کر دیتا ہے۔ ہر خبر کی تصدیق کے لئے اگر اسکا خبر رساں ٹکسالی اور مستند ہے تو انسان اپنے علم یقین کا سرمایہ اُسپر انثار کر دیتا ہے۔

مگر میں افسوس کرتا ہوں اُن لوگوں پر جو مسلمان کہلاتے ہیں اور حضور مخبر صادق جناب ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم کی گذشتہ و آئندہ کی خبروں پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ معراج کی گذشتہ خبر ان کی محدود عقل میں نہیں آتی تو اُسے تسلیم نہیں کرتے آئندہ قیامت میں اسی قالب سے مبعوث ہونے کی خبر اُن کے ذہن میں نہیں آتی تو اُسے نہیں مانتے جو کچھ اُن کی آنکھوں کے سامنے ان کے تجربے اور مشاہدے میں دنیا اور اسکی نعمتیں موجود ہیں۔ جو درحقیقت کچھ بھی نہیں۔ لیکن اپنے خیال میں اسکو بہت کچھ سمجھتے ہیں۔ اور جو کچھ کہ عقبے میں ہونے والا ہے اگرچہ وہ بہت کچھ ہے لیکن یہ اپنی آنکھوں نہ دیکھنے کے سبب اُسے کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ کیا ریل اور تار کا وجود نہ ماننے والے کو آپ صاحب فراست وذوی العقول افرادِ انسانی میں شمار کر سکتے ہیں؟ نہیں بلکہ وہ اپنی محدودہ عقل کی وجہ سے محض مشاہدہ پرست اور ظاہر بیں کہلانے کے مستحق ضرور ہونگے۔ علی ہذا القیاس وہ آزاد منش طبائع جو بحالتِ اسلام نہ صرف روحانیاتِ اسلام کے منکر ہیں بلکہ رات دن وہ روحانیت پر حملہ کناں ہیں صرف مشاہدہ پرستی وظاہر بینی انکا مدعا ہے۔ بغیر دیکھے ریل اور تار کی خبر کو تسلیم کرنے میں جس طرح پہاڑی وجزائر کی غیر روشن خیال اقوام متوحش ہوتی اسیطرح ہمارے

سے روشن خیال اہل اسلام روحانیات کی خبروں سے سخت بددل اور متوحش ہوتے ہیں۔ افسوس افسوس۔

موجودہ حالت اسلام بیشک معارض خطرات میں مبتلا ہوا چاہتی ہے جہاں اور جدہر دیکھئے ظاہر پرستی اور جسمانی خدمات میں سرگرمی کے سوا کچھ نہیں نظر آتا۔ آج عالم کو غور سے دیکھکر نہیں بلکہ افق کے کناروں تک گہری نظریں پہونچا کر دیکھا جاتا ہے تو ہر سمت اور اُسکے ایک ایک کونے اور گوشے سے ترقی ترقی کی صدا کانوں میں آتی ہے لیکن یہ ترقی اگر سچ پوچھئے اور قدرے غور کر کے دیکھئے تو ایسے بڑے تنزل اور پستی کا رخ لئے ہوے نظر آئے گی نیز روحانیات و مذہب کی بالمقابل وہ سد سکندری کھینچتی ہوئی نظر آئے گی کہ الحفیظ والاماں۔ مسلمان دوسری اقوام کی تقلید میں مبتلا ہو کر اپنی مذہبی رفتار کو چھوڑتے جاتے ہیں جو درحقیقت نہ صرف اُن کے تنزل کا باعث ہے۔ بلکہ بین الاقوام اُن کی پامالی کا بین ثبوت ہے۔ اس اجمال کی تفصیل میں آپ کو چند مثالوں میں دونگا امید کہ اسپر غور فرما کر کافی نتیجہ اخذ کریں گے۔

پہلی مثال

ایک مٹی کا برتن جسکا موضوع محض استعمال انسانی ہے لیکن ساتھ ہی اسکے یہ بھی ضروری بات ہے کہ اگر وہ آبِ خنک یا پینے کے پانی میں مستعمل ہے تو پھر وہ کسی دوسرے کام میں نہیں آسکتا اور اگر بالفرض

آپ اُس کو کسی دوسرے کام میں لے آئے اُس میں گھی یا تیل بھر دیا تو گو وہ آپکا کام یہ بھی کر دیگا لیکن پینے کا پانی بھر اُس میں بھرنے سے آپ کو فاتحہ پڑھنی ہوگی۔ اور اگر آپ دوبارہ اُس میں پینے کا پانی بھر دیں گے تو اب ایسا بدبودار اور چراندہ ہو جائے گا کہ سوائے توڑ دینے کے اور کسی کام کا نہیں رہے گا۔ اِسی کو پروردگار اپنے کلام پاک کے تیسرے پارے سورہ آل عمران کے آٹھویں رکوع میں ارشاد فرماتا ہے۔

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ

یعنے

پروردگار کیوں اُس قوم کو راہِ راست پر لائے جو ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے۔

دوسری مثال

ایک شاندار دیوان خانہ یا ایک خوبصورت بیٹھک ہے جس میں بہت سے یاران جلسہ روزمرہ آکر بیٹھتے ہیں اور باہم محبت و اخلاص کی باتیں کرتے ہیں ایک دوسرے کو ترقی کے ذرائعہ بتانے اور سکھانے میں کوشش کرتا ہے اُن میں ایسے بھی ہیں جو اُنہیں کے پیشہ آبائی کو ترقی دینے میں مبارک و سود مند رائے دیتے ہیں نیز اُنمیں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ نہیں نہیں تمھارا پیشہ آبائی نہایت خراب تھا اور تمھارے بڑے ظلمت و تاریکی میں تھے۔ تمھارا لباس درست ہے نہ تمھاری صورت۔ تمھاری رفتار سیدھی ہے نہ تمھاری گفتار بلکہ تم لباس بھی بدلو صورت بھی بدلو۔ رفتار بھی بدلو۔ گفتار بھی بدلو ایسا کہ تمکو تمھاری قوم نہ پہچانے کہ تم کون ہو۔ آہ جب مسلمانوں کو

مسلمان نہ پہچانیں گے تو پھر دوسرا کون جانے گا کہ یہ کیا ہیں اور کیا نہیں۔ ایسوں ہی کے لئے قرآن مجید کے ساتویں پارے سورہ انعام کے ساتویں رکوع میں تعذیبی حکم ہے۔

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْن

یعنے

بعد معلوم ہو جانے کے ایسے ظالموں کے پاس بھی نہ بیٹھا کرو (جو تم کو تمہارے مذہب سے ڈگمگا دیں۔)

تیسری مثال

ایک شہر کی ساخت اُسکے آباد کرنے والے نے اِس نہج سے قائم کی کہ اسکے باشندے ہمیشہ کے لئے اُس میں راحت و آرام لے سکیں۔ اور ساتھ ہی اُسکے ان ساکنین کو چند ہدایات بھی سنادی گئیں جسکے پابند رہنے پر وہ اور اُن کی آیندہ نسلیں بآرام تمام اُس شہر میں سکونت پذیر رہیں۔ چنانچہ وہ لوگ ہدایتوں کے پابند رہے جس سے نہایت راحت و آرام میں اُنھوں نے اپنی عمر کو بسر کیا لیکن ان کی آیندہ نسلوں نے اُس شہر کو اپنا ورثہ آبائی سمجھکر پابندی ہدایات سے کچھ علاقہ نہ رکھا۔ جب یہ نوبت پہونچی تو اسکے آباد کرنے والے نے (بدیں خیال کہ ان کے بڑے ہماری وفاداری کا کافی ثبوت دے چکے ہیں) ان کو بالکل نیست و نابود تو نہیں کیا بلکہ انپر وہ تسکل مسلط کی جس سے اُنکا راحت و آرام مفقود

ہو گیا۔ اب نہ انہیں سوتے چین ہے نہ جاگتے۔ اسی کو خداوند عالم نے اپنے مطہر کلام کے تیرہویں پارے سورہ رعد کے پہلے رکوع میں ارشاد فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ

یعنے

پروردگار کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا ہے جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔

ترقی ترقی کا ہماری زبانوں پر وظیفہ ہے رات دن کی جپنی ہے ہر وقت کا مشغلہ ہے۔ لیکن کبھی ہم نے وہ مذہبی چشمہ اپنی آنکھوں پر لگا کر نہیں دیکھا جس سے ترقی کے خزانے آسمان بالا اور تحت الثرے تک کے نظر آسکیں اور ہماری دائمی وحقیقی ترقی ہمیں حاصل ہو سکے۔ جہانتک دیکھا گیا موجودہ ترقی کی دُہن ایک وہ صدائے بے اثر ہے جس سے ترقی کی بجائے تنزل کی بُری راتیں اور بُرے دن دیکھنے پڑ رہے ہیں۔ اور جس ترقی کا نام ترقی ہمنے رکھ چھوڑا ہے وہ درحقیقت بحیثیت اسلام و مذہب ایک نہایت قَلِیْلُ شے ہے۔ پھر آپ ہی فرمائیں کہ جو لوگ آسمانی ہدایت کے مقابلہ میں قلیل دنیا کو کثیر خیال کریں۔ اور عظمت و بزرگی عقبیٰ کو حقیر۔ تو کیا ایسے ہی لوگ ترقی کر سکتے ہیں۔؟ حاشا و کلا کبھی وہ لوگ کامیابی کی حدود میں ہر گز نہیں داخل ہو سکتے جنھوں نے اپنے خدا سے روگروانی اختیار کی جو اپنے مذہب سے ڈگمگا گئے۔

لہذا میں اپنے پیارے دوستوں اپنے بھائی مسلمانوں کو خدائی

چیلنج دیتا ہوں کہ وہ حقیقی اور سچی ترقی کی فکر کریں جو عقبےٰ اور اسکی نعماء پر کافی یقین لانے سے وابستہ ہے۔ اور فانی و عارضی ترقی کی فکر میں نہ ہلاک ہوں جو دنیا اور اسکی چند روزہ نعمتوں پر فنا ہو جانے سے وابستہ ہے۔ یہی پروردگارِ عالم کا ارشاد ہے۔ کہ

ای نبیؐ۔ اپنی امت کو سنا دو کہ دنیا اگرچہ ہفت اقلیم کے برابر بھی کسی کو ملجائے تب بھی تھوڑی ہے اور عقبےٰ اور اسکی نعمت ذرہ برابر بھی کسیکو میسر آجائے تو وہ بہت کچھ ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ،

نظم

کوئی ہفت اقلیم کا مالک ہے آخر۔ خاک ہے
کوئی مفلس اور بھکاری۔ وہ بھی ہر پھر خاک ہے
مل نہیں سکتی کہیں اس دارِ فانی میں بقا
کچھ گھڑی کچھ روز کچھ ساعات پھر آخر۔ فنا۔
کل دکھائی دے رہیں تھیں جو ہزاروں صورتیں
آج ڈھونڈو تو نہیں پائیں گی ہفت اقلیم میں
یہ ذرا سی عمر تیری جیفۂ دنیا۔ یہ قیام
آج سب کچھ ہے مگر ہیہات۔ کل ترکی تمام
آہ یہ دنیا بھی کیا عبرت کدہ ہے اے مدیر

دل ہلادیتی ہے جسکی ہر مثال و ہر نظیر

اصحابِ کہف

یہ ایک وہ عبرت انگیز واقعہ اور جانکاہ سانحہ ہے جسنے عالم میں خدا کی اُس قدرتِ مطلقا کا اظہار کیا ہے اور وہ نمونہ دکھایا ہے جو بروزِ قیامت ہر ایک کے لیے پیش آنے والا ہے۔ اور ایک ایک متنفس کو بعد فنا ہو جانے کے یہی جسم جان لیکر حق جل و علےٰ شانہ کی حضوری میں کھڑا ہونا ہے۔ آہ جو واقعہ دلوں کو جنبش اور کلیجوں کو ہلا دینے والا ہو اُس سے بالاولیٰ اور بیشتر ہمارا ایمان تازہ ہونا چاہیئے +

تاریخ کے سنہری اوراق نے یہ دکھایا کہ اصحاب کہف جنابِ عیسےٰ علی نبینا و علیہ السلام کے مبعوث ہونے سے پہلے غار میں جا کر سوئے اور آپ کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد عبرت عالم و اہل عالم کے لئے بیدار ہوئے۔ مگر ایک دوسری تاریخی روایت جو اِس سے زیادہ وثوق کو پہونچی ہوئی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سونے اور جاگنے کے واقعات حضرت عیسےٰ سے پہلے گزرے ہیں۔

اصحابِ کہف شہر افسوس واقع ملکِ یونان میں رہتے تھے جب کہ حکیم جالینوس جنابِ روح اللہ علیہ السلام کے بیحد معجزے اور خرقِ عاداتِ انسانی دیکھ دیکھکر اُنکا نہایت عقیدت و ارادتمند ہو گیا تھا۔ لیکن

مشیت ایزدی وارادۂ ازلی کے خلاف وہ کلمہ توحید و دولتِ اسلام سے مالامال نہیں ہوا تھا تاہم آپکا انتہائی معتقد اور پورا کلمہ گو تھا یہانتک کہ جب وہ بیمار ہوا اور بیمار بھی نہایت سخت تو اُسکے شاگردوں نے اُسکی بے حد علالت دیکھکر پوچھا کہ اے استادِ شفیق۔ ومہربان! اسکی کیا وجہ ہے، کہ لاکھوں آدمی آپ کے علاج سے صحت یاب وتندرست ہوں اور خود اپنے پاس اپنے مرض کا علاج نہیں یہ حکیم جالینوس نے جواب میں کہا کہ اے میری پیاری جماعت اور اے میری وفادار قوم میں نے آجتک مرضوں کو ادویات سے کھویا لیکن آہ موت کی تو سرے سے ہی دوا نہیں ہے پھر علاج اُسکا کیونکر ہوسکتا ہے! شاگرد اپنے استاد کی اس تقریر سے موثر ہو کر زار زار رونے لگے اور سب نے بالاتفاق کہا افسوس آپ مرض الموت میں بتلا ہیں جسکا کوئی علاج ہی نہیں۔

اُسوقت حکیم جالینوس نے اپنے شاگردوں کو وصیت کی کہ اے میرے رُفقاء! دیکھو حضرتِ عیسےٰ علیہ السلام کی نبوت کا بخلوص قلب اقرار کرنا اور انکی باتو نپر یقین اور اُن کی ہدایتو نپر ایمان لانا۔ یہ آخری وصیت کر کے حکیم جالینوس نے داعئ اجل کو لبیک کہا اور اس دارِ فانی سے رخصت ہوا۔ شاگرد بموجب ہدایت کے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کیخدمت میں حاضر ہوئے اور بحضورِ قلب خدا کی خدائی اور آپ کی رسالت کا اقرار کر کے دولت اسلام سے مالامال ہوئے اور تکمیل علوم فنون کر کے اپنے ملک کو واپس ہوتے اور وہاں پہونچکر حکیم جالینوس کی وصیت اور اپنے

دولت اسلام سے مشرف ہونے کی کیفیت لوگوں سے بیان کی جس
سے ایک عظیم مخلوق دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی۔
اُن دنوں بادشاہ دقیانوس شہر بابل سے ارض روم تک بت پرستی
پر نہایت زور دے رہا تھا۔ یہانتک جو اس سے منحرف ہوتا تھا اُسکو
ہلاک کر دیتا تھا۔ اس وحشت کے سبب موحدین بندے یا شہر
چھوڑ کر جنگلوں میں نکل جاتے یا گھروں میں چھپکر یاد الٰہی کرتے تھے۔
وہیں اور اُسی مقام پر چھ نوجوان جو بادشاہ دقیانوس کی جماعت وزراء
میں نہایت مقرب و ممتاز مانے ہوئے تھے۔ جن کے نام درج
ذیل ہیں۔
یملیخا۔ مکثلمینا۔ کشفوطط۔ کشافطیونس۔ مرطونس۔ کشوطونس۔ یہ چھ
کے چھ نہایت شریف و معزز خاندان تھے۔ لیکن بحالت وزارت
یاد الٰہی اپنے گھروں میں چھپ کر کیا کرتے تھے اور خدا کی محبت و
الفت میں اسکا پیارا ذکر اُن کی زبانوں پر فواروں کی طرح جاری تھا۔
لیکن دقیانوس کے خوف سے پیارے ذکر کو سینوں میں دبائے ہوئے
آخر رہ نہ سکے۔ اور ایک روز پچھلی شب یہ سب کے سب وہاں سے نکل
بھاگے وہ لباس فاخرہ پھاڑ پھینکا اور کمبل کے کرتے پہن کر سیدھا
جنگل کا رستہ لیا۔ بقیہ حصہ رات میں انھوں نے بہت کچھ رستہ طے کر لیا
اور تمام دن چلتے رہے۔ پانوں ورم کر آئے اور سوج گئے جن میں کنکر
اور کانٹے برابر چبھ رہے ہیں اور خدا کے ذوق و شوق میں بھرے ہوئے

ننگے پاؤں ننگے سر ایک دہن ہے کہ اُس ہیں چلے جا رہے ہیں۔ شام کے قریب ایک پہاڑی درے میں ایک چرواہا جو بکریاں چرا رہا تھا انہیں بلا جسنے للکار کر کہا کہ تم لوگ کہیں کے بھگوڑے معلوم ہوتے ہو اور میں نے تم کو پہچان لیا ہے۔ یہ کہکر وہ قریب آیا تو دیکھا کہ

نظم

رشکِ مجنوں ہی ہر اک اندوہگیں
صورتیں جوں عاشقانِ صادقیں
ہیں پریشان حال وہ خانہ خراب
جنمیں ایک اک آفتاب و ماہتاب
بھوکے پیاسے لخ نجاتے دیکھ کر
آہ اُس چرواہے کا دل آیا بھر
اور کہا مجکو بھی دو دیدار و بتا
جوگ یہ کسکے لئے تم نے لیا
عشق کی آتش سی میں بھی ہوں کباب
دیکھ کر تم کو نہیں اب مجکو تاب
جلد بتلا دو مجھے بہر خدا
ڈہونڈتے ہو کسکو کیا ہی مدعا
بولے وہ ہم کو تلاش یار ہے
وصل اُسکا ہم کو بس درکار ہے
اپنے مولا اپنے پیارے کا وصال
ڈہونڈنے میں اسکے ہی یہ اپنا حال

چرواہے نے کہا کیا اُس نے تمہیں کو پیدا کیا ہے مجھے نہیں کیا؟ کیا اسکی پیاری محبت اور اُسکے عاشقوں میں نام لکھوانے کے تمہیں مستحق ہو میں نہیں! یہ اچھی طرح واضح رہے کہ میں تمہارا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑونگا کیونکہ جس محبوب کے کوچہ میں داخل ہونے کے لئے تم نکلے ہو اسی کے لئے میں بھی مدت سے جویاں اور متلاشی ہوں۔ آخرش اصحاب کہف نے

اُس کو بھی ساتھ لیا اور آگے کو روانہ ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں تو چرواہے کا کتا بھی ساتھ ساتھ ہے جس سے ان کو طبعاً اور فطرتاً نفرت معلوم ہوئی اور کہا کہ اِس کتے کو مار کر بھگا دو یہ ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتا چرواہے نے کتے کو مار کر بھگانا چاہا۔ ہر چند اینٹیں اور پتھر مارے لیکن کتا ٹس سے مس نہیں ہوتا اور جانے کا نام نہیں لیتا۔ اور زبان حال سے گویا یہ کہ رہا ہے۔ کہ جس خدا کی تم عبادت کرتے ہو میں بھی اُسی کی عبادت کرتا ہوں جسکا عشق تمہارے دل میں ہے اُسی کا میرے دل میں ہے۔ لہذا میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑونگا۔ آخر وہ مجبور ہوئے اور کتے سمیت آگے بڑھے چلتے چلتے منجلوس نامی ایک پہاڑ پر پہونچے جسکے ایک غار میں جا کر یہ پناہ گزیں ہوئے۔ اور اس تخلیہ کے مکان میں پہونچتے ہی ان کو نیند آ گئی۔ کتا غار کے دروازے پر آ کر دوزانو بیٹھ گیا اور اصحاب کہف سو گئے۔ ہر روز صبح و شام ان کی کروٹیں بدلنے کے لئے خداوند عالم نے فرشتے مقرر فرما دیئے تا کہ وہ شبانہ روز ان کے پہلو بدلتے رہیں۔ جسکو کلام اللہ کی آیتوں نے ظاہر کیا ہے۔ کہ اے دیکھنے والے جب اُنپر تو دیکھے کہ آفتاب نکلتا ہے تو غار کی داہنی جانب کو انپر سایہ ڈالے ہوئے نکل جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان کی بائیں جانب سے کترا تا ہوا غائب ہو جاتا ہے۔ یہ بھی خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جسکو وہ ہدایت دے وہی راہ راست پر قائم ہو سکتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے اُسے کوئی ہدایت پر لانے والا نہیں۔ اور اے نبی!

تم اُن کو اگر دیکھو تو یوں سمجھو کہ یہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں اور ہم داہنی اور بائیں کروٹیں ان کی بدلتے ہیں اور انکا ایک کتا بھی ہے جو درِ غار پر اپنے دونوں ہات پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے۔ ہمنے اس مقام پر دہشت کو مسلط کردیا تاکہ وہ مامون و محفوظ رہیں۔

یہاں دقیانوس کی سنیئے کہ اسے لوگوں نے یہ خبر دی کہ تیرے وہ چھوں مصاحب خاص جو تیری اور تیرے بتوں کی خدائی سے منحرف تھے اور درپردہ اور کسی خدا کی عبادت کرتے تھے راتوں رات کہیں کو فرار ہوگئے۔ یہ سنکر دقیانوس غصے میں بھر گیا اور اپنی فوج کو ساتھ لیکر خود ان کی تلاش میں نکلا۔ پیروں کے نشان اور کھوجیوں کی راہبری سے چلتے چلتے اُسی غار کے دروازے پر آپہونچا۔ اور سواری سے اتر کر غار میں داخل ہوا تو دیکھا چھ مصاحب اپنے خاص اور ایک کوئی غیر شخص وہاں مردہ پڑے ہیں۔ یہ دیکھکر اپنے لوگوں سے کہا کہ اب میں انہیں کیا سزا دوں یہ تو پہلے ہی مر چکے اور میری نافرمانی کا انہیں کافی بدلا مل چکا۔ لیکن یہ تمام فقرے اسکی دہشت نے اسکے منہ سے نکلوائے جلدی الٹے پیروں باہر نکلا اور غار کے دروازے پر پختہ تیغہ لگا کر چلدیا۔

اب ایک وقت وہ آیا کہ یکایک ساتوں کے ساتوں بیدار ہوئے اور آنکھیں ملتے ہوئے اُٹھ بیٹھے اِدھر یہ اُٹھے اُدھر غار کے دروازے کا تیغہ شق ہو کر گرا۔ اصحاب کہف آپسمیں ایک دوسرے کو متعجبانہ دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا لباس ہمارے جسموں پر بجنسہ موجود ہے نہ تو میلا ہوا

اور نہ بگڑا لیکن یہ ہمارے ناخون اور ہمارے سر کے بال اتنے دراز اور
لمبے کیوں ہو گئے؟ آفتاب کے سایہ کی طرف نظر ڈالی تو کہا معلوم ہوتا
ہے کہ صبح ہو گئی اور تمام رات ہم اسقدر غفلت میں سوتے رہے کہ ہم
سے یادِ الٰہی مطلق نہ ہو سکی۔ بعد اس تحیّر و تعجب کے بالاتفاق سب نے
بھوک کی شکایت کی اور کہا کہ کوئی ایسا ہے جو کہ شہر جا کر ہمارے لئے
کھانا خرید کر لائے۔ یملیخا سب سے بڑا جوان صالح بولا کہ میں اس خدمت
کو انجام دونگا۔ چنانچہ یملیخا اُن دو درہموں کو جو فرار ہونے کے وقت اسکی
جیب میں پڑے چلے گئے تھے لیکر نکلا چلتے چلتے جب شہر پناہ کے
قریب پہونچا تو دیکھا کہ نئی فصیلیں اور دروازے بجائے بتوں کے کلمہ طیبہ سے
مزین ہیں۔ یملیخا حیران ہوا اور اپنے دل میں کہا کہ یہ وہی شہر ہے یا کوئی دوسرا!
لوگوں سے دریافت کیا کہ شہر افسوس یہی ہے؟ معلوم ہوا کہ یہی ہے
غرض کہ وہ جوانِ صالح شہر میں داخل ہوا اور ایک نان بائی کے دوکان پر
پہونچکر وہ دونو درہم جیب سے نکالے اور اُسکے حوالے کر کے کہا کہ
ہمیں انکا کھانا دیدو۔ نان بائی اُن دونو درہموں کو بغور الٹ پلٹ کر دیکھتا
ہے تو اُسکی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ درہم کہاں اور کس ملک کے ہیں آخر
اسنے یملیخا سے پوچھا کہ میاں۔ صاحبزادے یہ درہم کہاں سے لائے؟
شاید ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے ہاں کبھی کا کوئی خزانہ نکلا ہے سچ
بتاؤ کہاں سے لائے۔ جوانِ رعنا حیران ہے اور کہتا ہے کہ میں کل یہاں
سے گیا ہوں اسی ملک اور اسی شہر کے چلنے والے یہ درہم ہیں اے نان بائی

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو کسی غیر ملک کا رہنے والا ہے! اسپر نان بائی کو غصہ آیا اور کہا لو میاں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے قدامت سے میرے بڑے اسی دوکان پر بیٹھتے چلے آئے مجکو پردیسی بتلاتا ہے اور خود کہیں سے خزانہ چرا کر لایا ہے اُسکا پتہ نہیں دیتا۔ میاں لڑکے سچ بتا دو ورنہ میں پولیس کے حوالے کر دونگا یلیخا ہونچکا اور حیران ہوا جاتا ہے۔ کہ آلہی یہ کیا ماجرا ہے ہر چند اس سے کہتا ہے کہ مَیں کل یہاں سے گیا ہوں اور اسی شہر کے یہ درہم ہیں جب نان بائی نے اسکی وہی صدا دیکھی تو آخر کار پولیس کے حوالے کر دیا۔ نان بائی معصوم یلیخا کا ہاتھ پکڑے ہوئے مع بہت سے دوکانداروں کے کوتوالی میں پہونچا اور وہاں پہونچکر کوتوال کے سامنے یملیخا کو مع اُن دو درہموں کے پیش کر دیا کوتوال نے پوچھا کہ صاحبزادے سچ بتا دو یہ درہم کہاں سے لائے ہم تمہیں کچھ نہیں کہنے کے ہیں اور ابھی چھوڑ دیں گے۔ یہاں بھی یملیخا نے یہی کہا کہ میں کل یہاں سے گیا ہوں اور یہ درہم اسی شہر کے چلنے والے ہیں۔ کوتوال نے کہا کہ یہ معاملہ پیچیدہ قاضی شہر کے حوالے کرنا چاہیے چنانچہ کوتوال اُس معصوم کو لیکر قاضی صاحب کے اجلاس میں پہونچا اور کہا کہ حضور یہ ایک نیا مقدمہ ہے۔ اول سب سے نان بائی پیش ہوا اور اُس نے سب کیفیت اُسکے آنے کی بیان کی اسکے بعد کوتوال کے اظہار ہوئے۔ اب قاضی صاحب نے یملیخا کی طرف خطاب کر کے کہا کہ لڑکے تو کہانکا رہنے والا ہے کہا کہ میں یہیں کا باشندہ ہوں۔ اچھا

یہ سکہ تجھے کہاں سے ملا ہے کہا کہ جب یہ یہیں کا مروجہ ہے تو پھر مجھسے تعجب کیسا یہ کیوں دریافت کیا جاتا ہے قاضی نے اپنے دل میں کہا کہ یہ ایک نرالی اور انوکھی واردات ہے اِسکو ہمارا عادل بادشاہ "جو فہم و فراست اور تقوے و طہارت میں ایک ہی باکمال بادشاہ ہے" فیصل کرے گا۔

یہاں ایک جملہ معترضہ نہیں بلکہ جو اس دل افگار واقعہ کا خلاصہ ولب لباب ہے وہ سن لینا چاہیئے۔ بادشاہ وقت نہایت دیندار مسلمان تھا اور وہ ہمیشہ روحانی نعمتوں کو جسمانی نعمتوں پر ترجیح دینے کا قائل اور حشر و نشر پر پورا ایمان رکھتا تھا جسکی رعایا میں مذہبی جماعت کے دو خیالی حصے ہوگئے تھے ایک فریق رعایا اسی جسم جان سے قیامت کے روز کھڑا ہونے کا قائل تھا اور دوسرا فریق کہتا تھا کہ مرنے کے بعد پھر کوئی زندگی کی شکل ہو نہیں سکتی۔ جنکے لئے بادشاہ ہمیشہ بدرگاہِ رب العزت مناجات کرتا اور کہتا تھا کہ خداوندا اِن کے ایمان لانے کا ذریعہ کوئی پردۂ غیب سے ظاہر فرما۔ چنانچہ اُسکی دعا قبول ہوتی ہے۔

قاضئ شہر ایک عجیب وغریب مقدمہ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا حضور یہ لڑکا عجیب باتیں کرتا ہے ہماری تو عقل حیران ہے۔ بادشاہ نے یملیخا کو اشارہ کر کے کہا کہ تو کون اور کہاں کا رہنے والا اور کیا مدعا رکھتا ہے! صالح یملیخا نے کہا کہ میں فلاں شخص کا بیٹا فلاں محلہ کا رہنے والا اپنے خدا کی یادگاری کرنے کے لئے کل اِس شہر سے پہاڑ کی طرف گیا تھا

پانچ آدمی میرے دوست یہاں سے میرے ساتھ تھے رات کو ایک غار میں بسر کی صبح کو اُنہیں بھوک معلوم ہوئی میں اُن کے لئے کھانا لینے آیا تو مجھے اِس نان بائی نے پکڑ لیا افسوس وہاں وہ بھوکے ہونگے اور میں یہاں گھر گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ اچھا چند اُن لوگوں کے نام بتا سکتا ہی جو تجھسے واقف ہوں اور جنکی ضمانت پر تو رہا ہو سکے۔ یملیخا نے آنکھوں میں آنسو بھر کر چند لوگوں کے نام بتائے۔ بادشاہ نے عام لوگوں سے خطاب کرکے کہا کیا اس نام کے لوگ یہاں موجود ہیں عام جواب ملا کہ یہاں تو یہاں تمام شہر میں بھی اس نام کے لوگ نہیں۔ البتہ کبھی صدیوں اور قرنو پہلے ایسے نام ہوا کرتے تھے۔ اب تو بادشاہ کو بھی اپنے مدعا میں کامیاب ہونے کی جھلک سی معلوم ہوئی فوراً تخت پر سے کھڑا ہو گیا اور یملیخا کے قریب آکر کہا کہ ائے فرزند۔ اے میری آنکھوں کے نور۔ اگر تو مجھے اپنا مکان بتاوے تو میں ابھی تجھے رہا کر دوں۔ یملیخا نے کہا کہ بہت اچھا چلئے میں اپنا مکان بتاؤں۔ یملیخا آگے بادشاہ اور تمام سکا دربار پیچھے ہے۔ ایک گلی میں گھستا ہے واپس ہوتا ہے دوسرے کوچے میں جاتا ہے اور نکل آتا ہے۔ یملیخا کو کہیں اپنے مکان کا پتہ نہیں لگتا کیونکہ تمام گلی کوچوں کی صورتیں بدلی ہوئی ہیں۔ بہو نچکا اور مایوس ہو کر ایک بازار میں کھڑا ہو گیا۔ اور اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اِدھر اسکے آنسو نکلے اُدھر عرشِ معلے سے حکم چلا۔

نظم

جوش میں ہی رحمتِ پروردگار ۔۔۔ ہے نہ یملیخا کے رونے کی سہار
اشک اُسکے جا کے تو ہاتھوں پہ لے ۔۔۔ اور مدد جبریل اسکو جا کے دے
بیکسی میں میرا بندا گھر گیا ۔۔۔ اپنا گھر بھولا ہے وہ جا کر بتا
وہ ہر اسا میری رحمت سے ہوا ۔۔۔ وہ دل اُسکا ہے مٹھی میں لیا
بندۂ خالص میرا پیارا ہی وہ ۔۔۔ کیوں ہر اک کی شکل کو تکتا ہی وہ

حضرت جبریل سدرۃ المنتہے سے ایک آنِ واحد میں شہر افسوس کے اُس بازار میں پہونچے جہاں یملیخا حیران پریشان ایک ایک کی صورت کو تکتا تھا۔ اِدہر بادشاہ کی طرف سے اُسپر تنبیہہ کی جا رہی ہے کہ جلدی اپنا گھر بتا ورنہ بجھے سزا دی جائے گی۔ اتنے میں لوگوں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان نہایت فاخرہ لباس پہنے ہوئے سامنے آیا اور نہایت تپاک سے ملکر مصافحہ کیا اور بہت اخلاص سے یملیخا کی مزاج پرسی کی اور جھُکر کان میں کہا کہ جس کے لئے تم غار میں جا کر بیٹھے ہو اُس نے مجھے تمہارا گھر بتانے کے لئے بھیجا ہے۔ چلو میں تمہارا گھر بتاؤں۔ تمام مخلوق دیکھتی ہے کہ جیسے یملیخا اجنبی ہے۔ ایسا ہی یہ نووارد شخص بھی محض اجنبی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت جبریل نے معصوم یملیخا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اسطرح برابر۔ برابر رستہ چلے کہ جس سے دیکھنے والے یہ سمجھتے تھے۔ یہ شخص یملیخا کو رستہ نہیں بتا رہا ہے بلکہ اسکے

ساتھ باتیں کرتا جاتا ہے۔ جب اُسی گلی اور اُسی محلہ میں پہونچے۔ کہ جہاں یملیخا کا مکان تھا تو ایک مکان کے سامنے جاکر کھڑے ہوگئے اور چپکے سے کہدیا کہ یہ تمہارا مکان ہے اور پھر سلام کرکے وہانسے نکلے ہوئے چلے گئے۔ بادشاہ نے پوچھا کیا تمہارا مکان یہ ہے؟ کہا کہ ہاں میرا یہی مکان ہے۔ چنانچہ اُسکے صاحب خانہ کو آواز دی گئی اندر سے ایسا ایک شخص لکڑی ٹیکتا ہوا آیا جسکی کمر بھی دوہری ہو چکی تھی۔ اُس سے کہا گیا کہ اے پیر مرد! یہ فرزند کہتا ہے کہ یہ میرا مکان ہے۔ ضعیف نے یہ سُنکر اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا اور کہا وہ دُنت تُ گا بڑا عن کا بڑا۔ میں اپنے بڑ بڑیڑوں سے اس مکان کا مالک ہوتا چلا آیا ہوں یہ شخص جھوٹا ہے اسکا یہ مکان ہرگز نہیں ہے۔ بادشاہ نے یملیخا سے کہا کہ اب بتاؤ تمہارا کیا حال کرنا چاہیئے۔ معصوم یملیخا نے کہا کہ ائے بادشاہ اِس ضعیف سے کہئے کہ تیرے بیچلے دالان میں جو دو پتھر کے ستون ہیں وہ دونوں اندر سے خالی ہیں ایک میں تو یہی سکہ درہموں کا بھرا ہوا ہے۔ اور دوسرے میں اشرفیاں ہیں۔ چنانچہ اسیوقت وہ دونوں ستون توڑ کر دیکھے گئے واقعی ایک میں درہم اور دوسرے میں دینار بھرے ہوئے موجود تھے۔ یہ حال دیکھکر سب کو تعجب ہوا ضعیف نے کہا کہ ذرا ٹھیرو میں ایک بات اور دیکھ لوں۔ جلدی سے اپنے مکان کی کوٹھری میں گیا اور ایک صندوق کھولکر تانبے کا ایک پترہ نکالکر لایا جسپر لکھا ہوا تھا۔ اور گویا یملیخا کا باپ اِس تانبے کے پترے پر یہ لکھتا ہے

میرا فرزند یملیخا مع اپنے ایک چھوٹے بھائی اور چار معزز یاروں کے اپنا عیش وعشرت چھوڑ کر فلاں مہینے فلاں تاریخ صرف خدا کی محبت اور اسکی تلاش میں پہاڑوں کی طرف نکل گیا جب کبھی وہ واپس ہو تو اے گھر والو اسکی بیحد عزت کرنا فقط

یہ دیکھتے ہی وہ ضعیف یملیخا کے قدموں میں گرا اور زار زار رونا شروع کر دیا۔ بہت کچھ عذر و معذرت اور اپنی گستاخی کی معافی چاہنے کے بعد بادشاہ اور تمام حاضرین کی طرف خطاب کرکے کہا کہ لوگو! یہ میرا وہ جدا مجد ہے کہ میرے پردادا کو ماں کے پیٹ میں چھوڑ گیا تھا جس کو آج پورے تین سو نو برس کا زمانہ گذرا۔ پھر یملیخا سے کہا کہ اے جدا مجد! میں بھی آپکا اور یہ مکان بھی آپکا اور میں تو عرصہ سے آپ کی انتظار میں تھا کیونکہ جناب عیسےٰ علی نبینا وعلیہ السلام نے ایک روز مجھ سے خاص آپ ہی کا ذکر فرمایا تھا عنقریب تملیخا تمہارے جدا مجد کو خداوند تعالےٰ لے جگائیگا۔ اور تم سے لاکر ملائے گا۔

بادشاہ یہ حیرت انگیز و ہوش ربا واقعہ دیکھکر ششدر رہو گیا اور اپنی اس رعایا سے جو مرکر زندہ ہونے کی قائل نہ ہوتی تھی مخاطب ہو کر کہا۔

نظم

تمنے دیکھی قدرت پروردگار ۔ زندہ کرسکتا ہے وہ یوں لاکھ بار
نیست سے جب تم کو ہستی اس نے دی ۔ اسپہ کیا مشکل دوبارہ زندگی

جی اُٹھوگے ایک دن تم اسطرح ‏ آج یملیخا کو دیکھا جسطرح
منکریں ایمان لے آئے تمام ‏ محوِ حیرت ہوگئے سب خاص عام

پھر یملیخا سے کہا کہ اے مبارک نفس! میں آپکا نہایت ممنونِ احسان ہونگا۔ اگر آپ بقیہ اُن چھ حضرات سے بھی ملادیں گے تاکہ اُنہیں دیکھ کر میں اور میری رعایا اور زیادہ اپنے ایمان کو تازہ کرے۔ یملیخا نے کہا میرے ساتھ چلئے۔ بادشاہ اور اُسکے پیشتر حالی موالی یملیخا کے ساتھ چلے۔ چلتے چلتے جب غار کے قریب پہونچے۔ تو یملیخا نے کہا کہ تم یہیں ٹھیر جاؤ مبادا دقیانوس کا زمانہ سمجھکر گھوڑوں کی آوازوں سے اُن کے خائف دل دہل جائیں اور وہ ڈریں۔ بادشاہ وہیں ٹھیر گیا۔

یملیخا تنِ تنہا جب اپنے رفقاء کے پاس اُس غار میں پہونچا جب کہ وہ سب کے سب اپنے بھائی کا سخت انتظار کر رہے تھے۔ یملیخا کو دیکھتے ہی سب نے سجدہ شکر ادا کیا اور کہا کہ اے معبودِ برحق! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے ہمارے بھائی کو ہم سے ملا دیا اور دقیانوس کے شر سے اُسے بچالیا یہ سنکر یملیخا نے اپنے ساتھیوں اور رفیقوں سے کہا کہ

نظم

کچھ خبر بھی ہی تمہیں اے اتقیاء ‏ وہ زمیں وہ آسماں بدلا گیا
وہ زمانہ اب نہیں اے دوستو ‏ وقت وہ بدلا گیا خوش ہو رہو

قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۔ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۵

یعنے

پوچھا یملیخا نے۔ پہلے یہ کہو — کسقدر سوئے ہو میرے دوستو
بولے وہ بس ایکدن سوئے ہیں ہم — اور نہیں شاید کہ کچھ اس سے بھی کم
بولے یملیخا کہ اے اصحابِ غار — لو سنو تم قدرتِ پروردگار
تین سو سے نو سال تم سوئے یہاں — اور وہاں بدلا گیا سارا جہاں

اے میرے رفقا! صرف دقیانوس ہی نہیں مرا بلکہ اُسکے بعد بیسیوں بادشاہ تختِ سلطنت پر بیٹھکر راہیِ ملکِ عدم بھی ہو چکے۔ خوش ہو جاؤ کہ شہر افسوس میں اب ایک مسلمان نہایت دیندار بادشاہ ہے جو تمہاری محبت و ملاقات کے اشتیاق میں درِ غار پر موجود ہے۔ یہ قیامت خیز ماجرا سنکر چھوں کے آنسو جاری ہوئے اور قدرتِ خداوندی سے مؤثر ہو کر سجدہ شکر ادا کیا۔ اور پھر بادشاہ سے ملنے کی بابت یملیخا سے کہا کہ ہم اس عالم خاک میں انگشت نما ہونا نہیں چاہتے اس سے یہی بہتر ہے کہ ہم سب ملکر اپنے پیارے خدا سے دعا کریں کہ وہ ہم پر وہی نیند مسلط کر دے جو پہلے کی تھی۔ بس یہ کہنا تھا کہ ساتوں کے ساتوں اُسی طرح سو گئے۔

جب بادشاہ کو یملیخا کے انتظار میں عرصہ گذر گیا تو آخر کار آگے قدم بڑھایا اور ڈرتے ڈرتے نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ آہستہ آہستہ غار میں داخل ہوا۔ جاکر دیکھا کہ ساتوں مبارک جوان اُسی طرح بعالم نوم لیٹے ہیں۔ اور رحمتِ ایزدی ہے کہ مینہ کی طرح اُنپر برس رہی ہے۔ بادشاہ بڑی دیر تک اُنہیں بنظر عبرت و حیرت دیکھتا رہا اور

وہیں کھڑے کھڑے اُسنے نہایت بیش قیمت سات مخملی قالین اور سونے کے سات تابوت اپنے توشے خانہ سے طلب کیئے اور اُن ساتوں نوجوانوں کو نہایت آہستگی و آرام سے اُن میں سلا دیا۔ اور آنسو بہاتا ہوا اپنی محلسرئی کو واپس ہوا۔

رات کو بادشاہ سوتا تھا کہ یکایک خواب میں دیکھتا ہے وہ ساتوں مبارک نفوس وجوانان رعنا اصحاب کہف سامنے کھڑے ہیں۔ نہیں بلکہ چاروں طرف اُسکے تخت کو گھیرے ہوئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ

نظم

چھوڑ دے ہمکو خدا کے واسطے — اور اُسی فرش زمیں پر ڈالدے
خاک کے پتلوں کو کیا دنیا سے کام — خاک ہیں بل جلکے ہونے دے تمام
خاک سے بڑہکر نہیں قالین ترے — آہ جنسے ذیق میں ہم آگئے
خاک پر کیا کچھ تجلی ہمیہ تھی۔ — تیرے قالینوں سے وہ جاتی رہی
کروٹیں دیتا تھا جو ہر صبح و شام — گل سے ہیں اُسکے لیے ہم تشنہ کام
وہ نظر آتا نہیں ہے ہات کیوں — تونے ہمپر ڈالدیں آفات کیوں
جلد یہ تابوت یہ قالین ہٹا — ورنہ ہم کردیں گے تجھپر بددعا

بادشاہ سوتے سوتے لرز گیا اور فوراً آنکھ کھل گئی۔ اُسیوقت اپنے سپاہیوں کو لیکر غار کی جانب روانہ ہوا اور وہاں پہونچکر صندوقوں اور قالینوں پر سے اُنہیں نہایت تعظیم کے ساتھ خالص فرش زمین پر لٹا دیا۔ اور غار کا

دروازہ ان کی حفاظت کی غرض سے نہایت پختگی سے کے ساتھ بند کر دیا اور
ان پر سلام بھیجکر رخصت ہوگیا۔

پروانہ نجات

دنیا میں نیک نام اور عاقبت میں فائز المرام ہونے والے درحقیقت کامل
الانسان ہیں۔ جیسے کہ ذیل کی عبرت خیز حکایت میں ایک آتش پرست نے
دنیا میں نیک نامی اور عقبےٰ میں فائز المرامی حاصل کی۔

ایک شخص شمعون نامی مذہباً آتش پرست۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ
علیہ کے ہمسایہ میں رہا کرتا تھا۔ اتفاقاً وہ بیمار ہوکر قریب المرگ ہوگیا۔ کسی
شخص نے آکر حضرت حسنؒ سے کہا کہ ہمسائے کی خبر لو آپ اُسکے پاس
پہونچے اور سرہانے اُسکے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اَے شمعون افسوس
آگ کی پرستش میں ساری عمر گذار دی اور اسقدر اُس سے قربت رہی
کہ آج سارا جسم اُسکے اثر سے سیاہ ہوگیا۔ اب تو خدا سے ڈر اور اُس کی
سچی توحید کا اقرار کر۔ مدت العمر آگ کو پوجا اور وہ ذرا تیرے کام نہ آئی
اب اخیر وقت میں خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش کا اقرار کرکے
ذرا اُسے آزما تو سہی۔ دیکھ وہ تیرے کسقدر کام آتا ہے اور تجھپر کیا رحمت
نازل کرتا ہے۔ شمعون نے کہا کہ مجھے تین چیزیں اسلام سے مانع ہیں
اور وہ مجھے مسلمان نہیں ہونے دیتیں۔ اول تو یہ کہ تم لوگ دنیا کو بُرا کہتے

ہو اور پھر رات دن دنیا کی تلاش میں اُسی طرح مصروف ہو. جیسے ہم. دوسرے
یہ کہ تم کہتے ہو کہ موت برحق ہے ایک دن ضرور مرنا ہے اور پھر اُسکے لئے
کچھ بھی سامان تیار نہیں کرتے. تیسرے یہ کہ تم کہتے ہو خدا کا دیدار دیکھنے
کے قابل ہے اور اعمال تمہارے سراسر اُسکی مرضی کے خلاف
ہیں جب شمعون آتش پرست یہ تینوں الزام جڑ چکا تو آپ نے فرمایا کہ مرحبا
ہے تجکو یہی علامت حق شناسوں کی ہے. بھلا شمعون یہ تو بتا کہ اگر مومن
ایسا کرتے ہیں تو تو کیا کرتا ہے تونے تو اپنی تمام عمر محض آتش پرستی
میں ہی گذاری مومن ایماندار اور کچھ نہیں تو اسکی وحدانیت کے تو
قائل ہیں. اب بھی دیکھ لے کہ تونے ستر برس آگ کو پوجا اور مینے بالکل نہیں
پوجا اگر میں اور تو دونوں آگ میں گریں تو مجھے اور تجھے دونوں کو برابر
جلا دیگی تیری ستر برس کی پرستش کا ذرا بھی لحاظ نہیں کرے گی. لیکن
اگر میرا خدا چاہے تو آگ کی مجال نہیں کہ وہ میرے جسم کا ایک بال بھی
جلا سکے. یہ کہکر آپنے اپنا ہاتھ اسکی آگ میں داخل کیا اور فرمایا کہ اے
شمعون اپنی معبود آگ کی کمزوری اور میرے معبود کی قوت وقدرت کا
مشاہدہ کر اور دیکھ کہ کون زیادہ طاقت دار ہے. چنانچہ دیر تک آپ
اپنا دست مبارک اُس آگ میں دئے رہے اور ذرا اثر نہیں ہوا
شمعون نے جب یہ حال دیکھا تو بیقرار ہو گیا اور خدا کی محبت کا
نور اُسکے دل میں موجزن ہونے لگا. اسیوقت حضرت حسن رضہ سے کہا
کہ بلّٰلہ جلدی کوئی تدبیر بتاؤ کہ یہ چند سانس ستر برس کے جرائم ومعاصی کا

کفارہ ہو سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ لاآلہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہدے یہ وہ شافی علاج و کافی دوا ہے جو ستر نہیں ستر ہزار برس کے کفر کو ایک آن میں فنا کر کے خدائے وحدہ لاشریک کا مقرب و ممتاز بندہ بنا دیتا ہے۔ یہ سنکر شمعون نے کہا کہ۔ اچھا تو پھر اے حسن رح ساتھ ہی اسکے اگر تم مجھے ایک اقرارنامہ بھی لکھدو یہ کہ پروردگار مجھے میرے گذشتہ کفر و معاصی پر عذاب نہ کرے گا اور مجھے بخشدے گا تو کیا اچھی بات ہو اور کتنے اطمینان سے میں اسلام میں داخل ہوں۔ حضرت حسن رح نے حسب ذیل پروانۂ نجات یا اقرارنامہ تحریر کیا۔

اے شمعون! میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر تو بخلوص قلب خدائے وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت کا اقرار کرے گا اور تمام پرستش و عبادت کے قابل اسی کو سمجھے گا اور اُسکے حبیب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اُسکا سچا رسول اور پیغامبر تسلیم کرے گا تو بیشک تو دوزخ کے عذاب الیم سے مامون ہو کر جنت الفردوس میں آباد ہوگا۔ (حسن)

شمعون نے کہا کہ اسپر دیگر عادل مسلمانوں کی شہادت ہونی چاہیے۔ تاکہ میری تالیف قلب کا پورا ثبوت ہو سکے۔ آپنے چند شرعی مسلمانوں کی شہادت سے اُس اقرارنامہ کو مزین کر کے شمعون کے حوالے کیا شمعون بیمار نے اپنے لرزتے ہاتھ میں وہ اقرارنامہ لیا اور بیچین ہو کر اُسے آسمان کی طرف اٹھایا اور کلمۂ توحید لاآلہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر دولت اسلام سے مالامال ہوگیا۔

اسکے بعد اُسنے حضرت حسن رح کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو غسل دینے کے بعد مجھے قبر میں اُتارنا اور کفن میں سے میرا ایک ہاتھ نکالکر یہ اقرارنامہ اُسپر رکھدینا۔ کیونکہ کل قیامت کے روز میرے مسلمان ہونے کا ثبوت یہ خط ہوگا۔ یہ کہکر اُسنے کلمۂ شہادت اپنی زبان سے ادا کیا۔ اور اُسیوقت جاں بحق تسلیم ہو گیا۔ حضرت حسن بصری رح نے اُسے غسل و کفن دیا اور سیکڑوں مسلمانوں نے اسکے جنازے کی نماز پڑہی نیز آپنے اسکی وصیت کے موافق کفن سے اُسکا ہاتھ نکالکر وہ اقرارنامہ اُسکے ہاتھ پر رکھدیا اور مٹی ڈالکر تشریف لے آئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اُس رات فکر کے سبب مجھے نیند نہیں آئی تمام رات نماز پڑہتے اور اپنے دل میں یہی خیال کرتے گذری کہ مینے یہ کیا کام کیا۔؟ میں تو خود ہی گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوں اور ڈوبا ہوا دوسرے کا ہاتھ کس طرح اور کیونکر پکڑ سکتا ہے بھلا مجکو جب اپنی کسی چیز پر قدرت حاصل نہیں تو خدا کے ملک اور مخلوق کے بارہ میں میں نے کیا وجہ کہ مہر و دستخط کردیئے۔ اُسی خیال میں پچھلی رات آپ کو نیند آگئی اور آپ سوگئے۔ بس آنکھ لگتے ہی دیکھا کہ سر پر تاج زرین اور بدن پر لباس فاخرہ آراستہ و پیراستہ شمعون بہشت کے باغوں میں ٹہل رہا ہے۔ آپنے تعجب سے آواز دی اور کہا کہ شمعون! کیا حال ہے! اُسنے کہا کہ

نظم

کیا بتاؤں ائے حسن۔ میں کیا کہوں　　عقل میری دنگ ہے حیران ہوں

میں نہیں واقف تھا اُسکے فضل سے　　کیا کہوں کیا کیا دیا اُسنے مجھے
مغفرت پہلے تو کی مجکو عطا　　پھر مجھے رحمت میں اپنی لے لیا
قابلیت جسکی کچھ مجھ میں نہ تھی　　جنت الفردوس وہ مجکو ملی
فکر میرا چھوڑ دیجئے اے حسن　　مجھ سے راضی ہوگیا وہ ذو المنن
اپنا وہ اقرار نامہ لیجئے　　عیش میں اب مجھکو جانے دیجئے

یہ انتہائی مسرت انگیز و تعجب خیز واقعہ دیکھکر حضرت حسن رح کی آنکھ کھل گئی تو آپنے دیکھا کہ وہی کاغذ کا پرچہ یا اقرار نامہ یا پروانۂ نجات آپ کے سرہانے رکھا ہوا ہے۔ اُسی وقت آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا جسمیں خدا کی بیحد صفت و ثنا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ الہا العالمین بیشک تونے اپنے کام محض اپنے فضل پر موقوف رکھے ہیں اور درحقیقت تو کسی ذرائعہ و اسباب کا محتاج نہیں۔ بارِ خدایا تیرے درِ دولت سے کوئی بدنصیب ہی محروم جاتا ہوگا ورنہ مینے تو یہ دیکھا کہ وہ مجوسی وہ آتش پرست جسنے ستر برس آگ کی پرستش میں اپنی عزیز عمر کو فنا کردیا اور مرض الموت میں صرف ایک مرتبہ اسکا محض زبانی اقرار توحید سنکر دولتِ رضا و رحمت سے تونے مالامال کردیا۔ خداوندا جس بندے نے ستر برس فقط تیری ہی عبادت میں اپنی عمر گذاری ہوگی۔ اُسے تو کس طرح اپنی رحمت سے مایوس و ناامید کریگا۔

نظم

قادر و قیوم وہ ذاتِ احد　　نام ہے بس جس کا اللہ الصمد

لم یَلد ہے اور وَلم یُولد ہے وہ
عاشقوں کا مدعا مقصد ہے وہ
جسکو دنیا کہتے ہیں ہر خاص و عام
اُسنے اُسکی دوستی کی ہے حرام
کوئی شئے اسکی اُسے بھاتی نہیں
کیونکہ یہ عقبےٰ کی دشمن ہے لعین
سب سے بڑھ کر شرک سے بیزار ہے
بخشنا مشرک کا اُسکو عار ہے
ہم کو فرعونی نہ بننا چاہیئے
بھولکر اُس سے نہ تننا چاہیئے
سرکشی ملتی ہے ساری خاک میں
چاہیئے سب ملکے اِسکو چھوڑ دیں
سرکشوں کا دیکھ لیں انجام ہم
پھر نہ لیں بھولے سے اسکا نام ہم
اُس سے پھرنا اس لئے ہے سخت موت
مدعا (اسحٰق) سب ہوتا ہے فوت

تاریخی ظرافت

شیطان لعین ایک روز نہایت مقطع صورت عبا و قبا سے درست ہو کر فرعون کے پاس آیا اور اُسکے تخت کو سجدہ کر کے کہا کہ اے خدا یہ تو بتا کہ تیرا کوئی پیغمبر بھی ہے یا نہیں۔ فرعون نے جواب میں کہا کہ ابھی مینے کسی کو پیغمبر نہیں بنایا ہے۔ شیطان بولا کہ اگر مناسب سمجھو اور تمہیں کچھ اپنا فائدہ معلوم ہو تو میں تمہارا پیغمبر بننے کے لئے تیار ہوں۔ فرعون یہ بات سنکر نہایت خوش ہوا اور کہا کہ آج سے مینے تجکو اپنا پیغمبر بنایا۔ اِسکے بعد شیطان دن میں دو تین مرتبہ ہر روز اسکے پاس آیا

کرتا جسکی فرعون بڑی تعظیم و توقیر سے پیش آتا۔

ایک روز شیطان نے فرعون سے کہا کہ اے فرعون تیری خدائی کا حال جو کچھ ہے وہ سب بندہ پر روشن ہے اور تجھ میں خدائی کرنیکی جتنی قابلیت ہے وہ بھی مجھپر اچھی طرح آشکا ہے کوئی بات مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اے فرعون کوئی حاجت کوئی تمنا کوئی خواہش ہوا کرے تو فورًا مجھ سے کہدیا کریں ضرور اُسے پورا کردونگا۔ حمق مجسم فرعون نے کہا کہ ہاں اے میرے پیغمبر ایک خواہش اور ایک تمنا مجھے ضرور ہے وہ یہ کہ میرے تمام بال سفید ہو گئے جو مجھے اپنے تنزل اور موت کا سامان معلوم ہوتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح یہ سفیدی سیاہی سے بدل جائے تاکہ میں جوان معلوم ہونے لگوں۔ شیطان نے کہا کہ یہ کونسی بڑی بات ہے اچھا کل صبح جب تو سوتا ہوا اُٹھے گا تو اپنے آپ کو بالکل نوجوان پائے گا چنانچہ رات کو سوتے میں اسکی ڈاڑھی نہایت سیاہ خضاب میں رنگ رنگا کر تیار کر دی۔ صبح کو جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو اُسنے اپنے آپ کو بالکل نوجوان پایا۔ شیطان کی سچی دوستی کا معترف ہو کر اسکا بیحد شکریہ ادا کیا۔

ایک دوسرا واقعہ جو شیطان اور اُسکے متبعین کی حقیقت کو اس سے بھی زیادہ آشکارا کرتا ہے سننا چاہئے۔ فرعون کے شہر میں ایک مرتبہ خشک سالی ہوئی پانی برسنا موقوف ہو گیا۔ تمام لوگ جو فرعون کو خدا کہا کرتے تھے فرعون کے پاس آئے اور بہت کچھ فریاد و واویلا کر کے

کہا کہ اے خدا پانی برسا اور ہماری کھیتیاں ۔ باغات ۔ نہریں ۔ تالاب جو خشک پڑے ہیں اُنھیں سرسبز و شاداب کر ۔ فرعون نے اُن کو تسلی دی اور وعدہ باران سے رخصت کر دیا اور پھر تخلیہ میں شیطان سے کہا کہ اے پیغمبر میری خدائی کے امتحان کا یہ وقت ہے ۔ جلدی مینھ برسانیکی تدبیر ہونی چاہیئے کہ مخلوق مجھے لپٹی ہوئی ہے جن سے مینے وعدہ بھی کرلیا ہے جلدی پانی برسنا چاہیئے ۔ شیطان نے کہا کہ اے فرعون اطمینان رکھ اور تمام اپنی قوم سے کہدے کہ کل پانی برسے گا پھر شیطان نے اپنی تمام ذریات کو جمع کرکے حکم دیا کہ آج تمام رات تم سب کے سب ملکر اس شہر پر پیشاب کرو چنانچہ سب نے ملکر ایسا ہی کیا ۔ قوم فرعون رات کو یہ دیکھکر بہت خوش ہوئی صبح کو سب اُٹھے تو دیکھا کہ مینھ برسا ہے مگر مارے بدبو کے دماغ پھٹا جاتا ہے اور کھیتیاں باغات رہے سہے بھی جلکر خراب ہوگئے ۔ لوگ سب ملکر فرعون کے پاس پہونچے اور کہا کہ اے خدا ایسی بارش ہونے سے تو نہ ہونی بہتر تھی کہ جس سے ہمارے دماغ پھٹے جاتے ہیں اور ہمارا ناک میں دم آگیا ہے ۔ فرعون نے شیطان سی کہا کہ پیغمبر یہ کیا کام کیا کیسا بُرا مینھ برسایا جس سے میرے بندے لگے اُلٹے ہلاک ہونے ۔ شیطان نے کہا ۔

وزیرے چنیں شہریارے چناں

حضور خطا معاف ہو جہاں تمسا خدا اور مجسا پیغمبر ہوگا وہاں باران رحمت بھی ایسا ہی نازل ہونا چاہیئے ۔ اور پھر کہا کہ

نظم

زُوف ہے تیری خدائی پر لعیں — مجھپہ ہو تیرا بھروسا اور یقیں
جو خدا امداد پیغمبر سے لے — کے گھڑی اُسکی خدائی چلسکے
ایسے جھوٹوں کا یہی انجام ہی — ہوش میں آ. کیا یہ میرا کام ہی!
مینھ کا برسانا خبر بھی ہی تجھے — قادر و قیوم کے قبضے میں ہی
کیا حقیقت ہے مری ای نابکار — میں کہاں اور وہ کہاں پروردگار
میرے مکروکید میں کیوں پھنس گیا — کیوں تو اپنی جان کا دشمن ہوا

ساری دنیا پُر ہے مکروہات سے
ہاں خدا جسکو بچائے وہ بچے

دنیا کے مکروہات

دنیا کے چند در چند معاملات اور اسکی مسلسل اہمیات و مشکلات کی فہرست سننے کو عمر نوح درکار ہے اور اُسکے مصائب کثیرہ پر ثابت قدمی و استقلال کے لئے صبر ایوب کی ضرورت ہے مگر ہم کو یہاں اتنا سمجھ لینا ضروری ہے کہ ہم دنیا اور اسکی چند روزہ بہار کو بمقابلہ عقبےٰ اور اسکی دائمی نعمتوں کے لاشئے خیال کرتے ہوئے اُن اُمور پر نظر ڈالیں جو کم از کم ہمکو اسکے مکائد و مکروہات سے بچنے میں کامیابی حاصل ہوا ورنہ صرف جس سے ہم مذہبی

دلدادہ ہوسکیں۔ بلکہ دنیا میں رہکر ایک پتلہ تہذیب و متانت مجسم بن سکیں۔ جنکو حضرت مولینا ابو اللیث سمرقندی رہ نے اپنی بستان میں دکھایا ہے۔

آداب کلام

عقلمند کو چاہئے کہ پہلے اپنے کلام کو تول لیا کرے۔ جہاں جسقدر ضرورت ہو کلام کرے۔ زیادتی اور بے ہودگی سے بچنے کا ہمیشہ خیال رکھے کیونکہ زیادہ بیہودہ بکنے کی عادت پڑ جانے کے بعد کام کی بات منہ سے نکلنی موقوف ہو جاتی ہے۔ نیز جو بات اُس سے نہ پوچھی جائے اور وہ اُسکا جواب دے اُس سے زیادہ حمق مجسم کون ہو سکتا ہے۔

عقلمند کو چاہئے کہ اُس بات پر ہرگز غصہ نہ کرے جسمیں کسی طرح کا فائدہ نہ ہو۔ اسلئے کہ یہ علامت محض اُس شخص کی ہے جسکو عقل کی ہوا بھی نہیں لگی اور وہ سخت جہل مرکب میں مبتلا ہے۔

عقلمند کو چاہئے کہ چوپایوں اور جانوروں کو کبھی برا نہ کہے اور کبھی انہیں گالی نہ دے کیونکہ وہ گالیوں اور برا کہنے کو ہرگز نہیں سمجھتے بلکہ وہ فقط تمہارے بلانے اور دھتکار دینے کو سمجھتے ہیں۔ ایسوں کو برا کہنا اور گالیاں دینی عین جہالت ہے۔

مکروہات کلام

مسلمان کو پانچ مقامات پر کلام کرنا نہیں چاہیئے اس لئے کہ شرعاً نہایت ناجائز اور عرفاً ترکِ ادب ہے۔ اول جنازے کے ساتھ باتیں کرتے

ہوئے چلنا دوسرے کلام آلہی کی تلاوت کرتے یا سنتے میں باتونکا کرنا۔ تیسرے جمعہ کے خطبہ یا مجلس وعظ میں باتیں کرنی۔ چوتھے بیت الخلا میں بولنا۔ پانچویں بحالت جماع باتیں کرنی۔

مکروہات نظر

رستہ چلتے مسلمانوں کو لوگوں کے دروازوں کی طرف مڑمڑ کر دیکھنا نہایت مکروہ ہے۔ نماز میں کنکھیوں سے اِدہر اُدہر نظریں دوڑانی اور دیکھنا نہایت مکروہ ہے۔ حمام میں یا اور کہیں لوگوں کے ستر پر نظر ڈالنی نہایت مکروہ ہے۔ بحیثیت دنیا اپنے سے زیادہ کو رغبت کی نظروں سے دیکھنا نہایت مکروہ ہے۔ بحیثیت دینی اپنے سے کمتر کو بخیال سہولت دیکھنا نہایت مکروہ ہے۔

مکروہاتِ سماع

پانچ چیزوں کی طرف کان لگانے اور اُنکا سنا سخت مکروہ ہے۔ جہاں دو شخص علیحدگی میں کچھ باتیں کررہے ہوں وہاں کان لگانے۔ جہاں لہو اور گانا وغیرہ ہورہا ہو ادہر کان لگانے۔ جہاں میت پر نوحہ کیا جارہا ہو ادہر کان لگانے۔ جہاں بیہودہ اور لغو باتیں کیجارہی ہوں۔ اُدہر کان لگانے۔ جہاں دوسرے لوگ رہتے ہوں اُن کے گھروں کی طرف کان لگانے۔

مکروہاتِ ضحک

پانچ مقامات پر ہنسنا مکروہ ہے۔ ایک جنازے کے ساتھ چلتے

ہوئے۔ دوسرے قبرستان یا مقبروں میں داخل ہو کر۔ تیسرے آفت زدہ وغم رسیدہ کے پاس بیٹھکر۔ چوتھے کلام آلہی سننے یا پڑہنے کے وقت۔ پانچویں خطبے یا یادِ آلہی کے وقت۔ نیز بغیر امر تعجب پیش آنے کے ہنسنا حقیقتاً ایک جنوں ہے یا عینِ جہالت۔

مکروہاتِ بول وبراز

لوگوں کے رستوں۔ نہر کے کناروں زمین کے سوراخوں پر بول وبراز کرنا شرعی اور تہذیبی کراہت ہے نیز اُن سایہ درختوں کے نیچے جہاں لوگ آکر بیٹھتے ہوں بول وبراز کرنا نہایت مکروہ ہے جسکی نسبت جنابِ ابوالقاسم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص بول وبراز کرے سایہ دار درخت کے نیچے یا شارع عام پر یا جاری نہر کے کنارے اُسپر لعنت ہے پروردگار کی اور فرشتوں کی اور عام لوگوں کی۔ اللہم حفظنا۔

پیشاب کا روکنا شرعاً اور حکمتاً ناجائز ہے اسلئے کہ وہ مثانے کو کمزور کر دینے کے علاوہ گردوں میں درد پیدا کرنے کا باعث ہو جاتا ہے۔ نیز بول وبراز کرنے میں دیر تک نہ بیٹھنا چاہیئے اِس میں احتمال بواسیر ہو جانے کا ہے۔

مکروہاتِ لباس

مسلمان مرد کو وہ ریشمی کپڑا پہنا جسکا تانا اور بانا ریشم کا ہو ناجائز ہے اور عورتوں کو جائز۔ البتہ ریشمی کپڑے کی گوٹ یا حاشیہ جو چار اُنگل سے

زیادہ نہ ہو جائز ہے۔ مگر ہاں ریشمی کپڑے کا بچھونا یا تکیہ مردوں کو حلال اور جائز ہے۔ اور وہ ریشمی کپڑا جسکا تانا ریشم کا اور بانا سوت یا چھال کا ہو۔ اُسکا لباس مردونکو پہنا بالاتفاق جائز ہے۔

نیز مولینا السمرقندی رہ فرماتے ہیں کہ جائز نہیں ہے مردوں کو حریر اور دیباج اور ابریشم کا پہنا سوائے عورتوں کے اسلئے کہ روایت کی ہے انس ابن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے دنیا میں ریشمی کپڑا پہنا بیشک وہ جنت میں اُس سے محروم کیا گیا۔ دوسری روایت میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک روز جناب ابو القاسم صلے اللہ علیہ وسلم درِ دولت سے تشریف لائے اِس حال میں کہ ایک ہاتھ پر آپکے سونا رکھا ہوا تھا اور دوسرے پر ریشمی کپڑا۔ پھر فرمایا کہ لوگو خبردار ہو جاؤ یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردونپر حرام کر دی گئیں اور عورتونپر حلال۔

مکروہاتِ ماکول ومشروب

کھانا کھاتے وقت پاپوشیں پیروں میں ہرگز نہ ہونی چاہئیں جسکی نسبت حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگو۔ جسوقت تمہارے سامنے کھانا رکھا جائے تو پیروں میں سے جوتیاں نکالدو اس سے تمہارے جان کو سکھ اور تمہارے قدموں کو راحت پہونچے گی۔

بائیں ہات سے کھانا اور پینا سخت کراہت رکھتا ہے۔ جسکے

متعلق شکوہ کی حدیث میں صاف وعید ہے آپ فرماتے ہیں کہ مسلمانو خبردار کوئی تم میں بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور نہ پیئے کیونکہ بائیں ہاتھ سے کھانا اور پینا محض ابلیس کا کام ہے۔

بغیر ہاتھ دہوئے کھانے بیٹھنا مکروہ ہے جسکی نسبت حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایمان لانے سے پہلے توریت میں دیکھا کہ کھانے سے پہلے اور پیچھے ہاتھ دہونے میں خیر و برکت ہے اور یہی ارشاد جناب نبی آخرالزمان صلعم کا ہے۔

بغیر بسم اللہ الرحمن الرحیم کہے کھانا شروع کردینا مکروہ ہے حضور فرماتے ہیں کہ جس کھانے میں بسم اللہ نہیں کی گئی اُس میں شیطان شریک ہوا اور اُسمیں روحانی برکت نے اپنا اثر نہیں کیا۔ پس مسلمان کو چاہیئے کہ اسے ضرور کہ لیا کرے اور اگر بھول جائے تو کھانا کھاتے میں یہانتک کہ اخیر نوالے پر بھی اگر یاد آجائے تو کہلے

سبحان ربک رب العزت عما یصفون وسلام علی المرسلین

والحمد للہ رب العالمین

(خاکسار ابوالزبیر محمد اسحاق مدیر الوعظ)

نوٹ آیندہ پرچوں میں انشاء اللہ المستعان ہمیشہ اسی شان کے مضامین دلوں کو جنبش دینے والے قلوب پر اثر پیدا کرنے والے درج ہوا کریں گے (مدیر